تفسیر بالرائے اور تفسیر عقلی میں فرق

نذر حافی*
nazarhaffi@gmail.com

کلیدی کلمات: تفسیر عقلی، تفسیر بالرائے، علوم، برہان، استدلال، منطق، فلسفہ، شعور، تمثیل، معرفت

خلاصہ

قرآن مجید کا درست فہم ہر زمانے کے بشر کی بنیادی ضرورت ہے۔ قرآن مجید کا علم حُسنِ ذاتی رکھتا ہے، اگر کوئی صرف قرآن مجید کو حفظ ہی کر لے تو تب بھی اسے معاشرے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے اس مقام و منزلت سے بعض لوگ سوئے استفادہ کرتے ہوئے اس کی آیات کی تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔
عوام کی اکثریت چونکہ علم دین کے فہمِ عمیق سے ناآشنا ہوتی ہے بعض شعبدہ باز لہٰذا قرآن مجید میں معنوی تحریف کرتے ہوئے مرادِ خداوندی کو بیان کرنے کے بجائے اپنے مفروضات بیان کرتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ تفسیر کا ہدف مقصودِ پروردگار کو کشف کرنا ہے نہ کہ اپنے من گھڑت مفروضات کو قرآن مجید سے ثابت کرنا۔
تفسیر بالرائے کو روکنے کے لئے عوامی شعور کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک عوام تفسیر کے مفہوم، اہمیت، اقسام اور مبانی و قواعد کو نہیں سمجھیں گے تب تک تفسیر بالرائے کو نہیں روکا جا سکتا۔ یاد رہے کہ عام طور پر لوگوں کے سامنے تفسیر بالرائے کو تفسیر عقلی کہہ کر بیان کیا جاتا ہے جس سے عام عوام دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ تفسیر قرآن کے لئے مخصوص علوم و فنون کی ضرورت ہے۔ انہی علوم فنون کی وجہ سے ہی تفسیر مختلف اقسام میں تقسیم ہوتی ہے اور فقط اربابِ علم و فن ہی تفسیر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

*۔ فاضل قم، محقق علوم اسلامیہ، مدرسہ امام خمینیؒ، قم

مقدمہ

تعلیم و تحقیق کا معاشرے سے براہِ راست تعلق ہے، وہی علم مفید ہے جو معاشرے کے لئے سود مند ہو اور وہی تحقیق کارآمند ہے جو معاشرتی مسائل کا حل پیش کرے۔اس وقت ہمارا معاشرہ گوناگوں مسائل کا شکار ہے، جن میں سے سرفہرست سیاسی، کلامی، اقتصادی اور اجتماعی مسائل ہیں۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ان مسائل کی تدریس اور تبلیغ ایسے لوگ کرتے ہیں جنہوں نے کسی مستند ادارے سے ان موضوعات میں تعلیم حاصل نہیں کی ہوتی۔جب بھی کسی شعبے میں کوئی غیر متخصص اپنی رائے دینے لگتا ہے تو یہیں سے تفسیر بالرائے کا دروازہ کھلتا ہے۔ بعض اوقات دیکھنے میں یہ بھی آتا ہے کہ دونوں طرف غیر متخصص افراد ہی آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں منبر و محراب اور قلم پر ان لوگوں کا قبضہ ہے جو معارف دینی سے کم آشنائی رکھتے ہیں اور یا پھر بالکل آشنائی ہی نہیں رکھتے۔ چنانچہ ایسے لوگ قرآن و حدیث کی من مانی تفسیریں اور تاویلیں کرتے ہیں جس سے معاشرے میں علم کے بجائے جہالت اور ہدایت کے بجائے گمراہی میں اضافہ ہورہا ہے۔اس وقت ہمارے سماج میں ہر طرف تفسیر بالرائے کا دور دورہ ہے اور لوگ تفسیر بالرائے کو سمجھتے ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہے بلکہ بعض تو تفسیر بالرائے کو تفسیر عقلی کہتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے تفسیر کو واضح کیا جائے کہ تفسیر کسے کہتے ہیں، اس کے بعد تفسیر بالرائے اور تفسیر عقلی پر روشنی ڈالی جائے تاکہ لوگ خود سے یہ تشخیص دے سکیں کہ تفسیر بالرائے اور تفسیر عقلی میں کیافرق ہے۔

اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ عوام النّاس کی ذہنی سطح کو بلند کرنے کے لئے مباحث تفسیر کو عمومی مخاطب کی حد تک واضح اور روشن طریقے سے بیان کیا جائے۔سب سے پہلے لغت اور اصطلاح میں تفسیر کے معانی کو سمجھتے ہیں:

تفسیر کا لغوی معنٰی

"تفسیر" کامادہ (ف،س،ر) ہے اور یہ باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں ظاہر، کشف، تشریح اور توضیح و تفصیل بیان کرنا اور کسی عبارت کے مطلب کو واضح اور بیان کرنا نیز بند چیز کو کھولنا۔(i) راغب اصفہانی کے مطابق کلمہ فسر اور سفر دونوں آپس میں بہت نزدیک ہیں۔چونکہ دونوں کا مطلب کشف کرنا، پردہ اٹھانا اور روشن کرنا ہے۔البتہ ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ فسر کا کلمہ امورِ معنوی کو روشن کرنے کے لئے جبکہ سفر اجسامِ مادی کوظاہر کرکے آنکھوں سے دیکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(ii)

تفسیر کا اصطلاحی معنٰی

ہم یہاں پر اکابر مفسرین کی اصطلاح میں تفسیر کے معانی بیان کریں گے تاکہ قارئین کو علمِ تفسیر کی شناخت میں کوئی مشکل پیش نہ آئے:

علامہ طباطبائی: قرآنی آیات کے معانی کو بیان کرنا اور آیات کے مقصود و مدلول (خدا کی مرضی) کو واضح کرنا تفسیر کہلاتا ہے۔(iii)

ابوالفتوح رازیؒ: آیت کے قصے، معنی اور سبب نزول کو کشف کرنے کا نام تفسیر ہے۔(iv)

زرکشیؒ: تفسیر ایسا علم ہے کہ اس کے وسیلے سے اللہ کی وہ کتاب جو پیغمبرِ اسلام ﷺ پر نازل ہوئی اس کی پہچان ہو، اس کے معانی سمجھ میں آئیں اور اس کے احکام نیز اسرار و رموز ہاتھ میں آئیں۔(v)

طبرسیؒ: تفسیر سے مراد مشکل کلمے سے پردہ ہٹانا اور معانی کو روشن کرنا اور مراد خداوندی کو کشف کرنا ہے۔(vi)

مذکورہ بالا تعریفوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فقط لفظ کے معنی کو سمجھنے کا نام تفسیر نہیں ہے، بلکہ اللہ کی مرضی کو کشف کرنے کا نام تفسیر ہے۔

مفسر کے لئے لازمی علوم

ہم یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک مفسر کے لئے ابتدائی طور پر چند علوم کا حصول ضروری ہے: (vii)

علوم قرآن: یعنی محکم و متشابہات، ناسخ و منسوخ، تاویل و تنزیل۔۔۔کا علم

علوم حدیث: تاریخ حدیث، درایت و روایت۔۔۔کا علم

ادبی علوم یعنی: صرف، نحو و معانی بیان وغیرہ

لہٰذا کوئی بھی آدمی قرآن مجید کی تفسیر کرنے کا حق نہیں رکھتا مگر یہ کہ اسے مبانی اور قواعد تفسیری پر بھی دسترس حاصل ہو۔

مبانی تفسیر

مبانی، بنیاد نیز اساس اور پائے کو کہتے ہیں۔ مفسر، تفسیر کرنے سے پہلے علمی طور پر یہ جان چکا ہو کہ اس کے نزدیک ظواہر قرآن حجت ہیں یا نہیں! اسی طرح قرائات سبعہ میں سے کونسی قرائت اس کے لئے حجت ہے، یا پھر قرائات سبعہ کے لئے اصلاً حجیت ثابت نہیں ہے۔ مفسر جس نظریے کو اپنے لئے اساس بنائے گا اسی کی بنیاد پر تفسیر کرے گا۔ایک مفسر کو مندرجہ ذیل مبانی پر مکمل دسترس ہونی چاہیے اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اس کا نکتہ نظر واضح ہونا چاہیے:

1) قرآن کا منبع وحی ہے

2) .قرآن کا تحریف سے پاک ہونا

3) دعوت قرآن کی ابدیت

4) دعوت قرآن کی عمومیت

5) جامعیت قرآن

6) قرآن کے فہم اور تفسیر کا ممکن اور جائز ہونا

7) ظواہر قرآن کی حجیت

8) تفسیر قرآن میں اجتہاد کا جائز ہونا .

9) قرآن مجید میں مختلف بطون کا پایا جانا

10) قرآن کی مختلف قرائتوں کی حجیت

11) آیات متشابہ قرآن کا قابل تفسیر ہونا

12) قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ کا وجود.

13) قرآن میں عدم اختلاف و تناقض

14)آیات اور سورتوں کے نظم کا توقیفی ہونا

15) سورتوں اور آیات کے درمیان تناسب کا پایا جانا

قواعد تفسیر

اسی طرح قاعدہ، عربی میں اصول اور اساس کو کہتے ہیں۔اگر مفسر تفسیری اصولوں اور قواعد کی پابندی نہیں کرے گا تو ہوائے نفس اور وہم و خیالات کے ساتھ ساتھ اپنے وسواس اور توہمات کی جمع آوری کرتا رہے گا۔ایک مفسر کے لئے مندرجہ ذیل قواعد کی پابندی ضروری ہے۔ان قواعد کی پابندی کے بغیر تفسیر قرآن مجید کرنا ناممکن ہے۔

۱. آیات کریمہ قرآن کو قرائت رسولِ خداﷺ کے مطابق تفسیر کیا جائے۔

۲. اگر کوئی آیت ایک سے زیادہ قرائت کے ساتھ پڑھی گئی ہو تو یہ ت واضح کر دیا جائے کہ رسول اکرمﷺ نے کس قرائت کے ساتھ پڑھی ہے اور آیت کا معنیٰ صرف اسی قرائت کے مطابق کیا جائے جو قرائت رسول گرامیﷺ ہو بصورت دیگر یہ نہ کہا جائے کہ اس آیت سے یہ مراد ہے بلکہ ایک جامع معنیٰ سامنے لایا جائے جو تمام قرائتوں کے مطابق ہو۔

۳. آیات کی تفسیر نزولِ قرآن کے زمانے کے مطابق کی جائے۔

۴. کلمات کے معانی کو تشخیص دینے کے لئے زمانہ نزول کی لغت کے مطابق ترجمہ کیا جائے۔

۵. قرائن کے بغیر کسی بھی کلمے کا مجازی معنا نہ کیا جائے۔

۶. مشترک لفظی ہونے کی صورت میں ایک لفظ کو دیگر الفاظ پر ترجیح دینے کے لئے ٹھوس دلائل دینے چاہیے۔

۷. مشترک معنوی کی صورت میں معنی کو مشخص کرنے کے لئے روشن قرائن سے استفادہ کیا جائے۔

۸. آیات کی تفسیر میں قرائن متصل و منفصل ہر دو پر یکساں توجہ رکھی جائے۔

۹. جو آیات اسباب نزول رکھتی ہیں ان کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے۔

۱۰. جو آیت تنہا نازل ہوئی ہے اس کی تفسیر دیگر آیات کے سیاق سے ملا کر نہ کی جائے۔

۱۱. ہر آیت کے نزول کے موقع و محل (سبب، شأن، زمان و مکان نزول و تہذیب و ثقافت و تمدن) کو مد نظر رکھا جائے۔

۱۲. معنای ظاہر آیات کو نازل کرنے والے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی صفات اور جس پر نازل کیا گیا اس کی صفات (پیغمبر خاتمﷺ اور اس زمانے کے مخاطبین کی صفات کو سامنے رکھتے ہوئے تفسیر کی جائے۔

۱۳. آیات کا ظاہری ترجمہ عقل و فطرت اور بدیہات سے نہ ٹکرائے۔

۱۴. آیات کا ظاہری معنی تعین کرنے کے لئے جستجو اور تگ و دو کے بغیر قرائن منفصل کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔

۱۵. قرآن خود مفسر قرآن ہے، لہٰذا قرآن مجید کی دیگر آیات اور ان کے باہمی ارتباط کو سامنے رکھ کر تفسیر کی جائے۔
۱۶. آیات کی تفسیر میں علوم قطعی سے ممکنہ حد تک استفادہ کیا جائے اور وہم و ظن و گمان سے پرہیز کیا جائے۔
۱۷. آیات کے مقصود کامل اور واقعی کو سمجھنے کے لئے کلام کی دلالت عرفی کو سامنے رکھا جائے۔
۱۸. آیات کے باطن کو روایات کی مدد کے بغیر بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے (viii)

منابع تفسیری

لغت میں منبع سے مراد سر چشمہ (ix) ہے، زمین میں جس مقام سے پانی جوش مار کر باہر نکلتا ہے اسے بھی منبع کہا جاتا ہے۔(x) اصطلاح میں اس مصدرِ اصلی و اوّلیہ کو منبع کہا جاتا ہے جس سے کسی مطلب کو نقل کیا جاتا ہے۔ انگلش میں اسے source کہتے ہیں۔ منابع تفسیر سے مراد ایسی عقلی، نقلی اور تجربی معلومات ہیں جو قرآن مجید کی آیات سے خدا کی مرضی کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ یہاں معلومات سے مراد ایسے علوم و فنون ہیں کہ جن سے مدد لئے بغیر مفسر آیات قرآن کو نہیں سمجھ سکتا۔ منابع تفسیر مجموعی طور پر پانچ اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں:
۱۔ منابع نقلی ۲۔ منابع عقلی ۳۔ منابع علمی ۴۔ منابع لغوی ۵۔ منابع تاریخی

۱۔ منابع نقلی

منابع نقلی سے مراد قرآن مجید اور احادیث ہیں۔

۲۔ منابع عقلی

منابع عقلی سے مراد بدیہیات و مقدمات عقلی و قطعی ہیں۔ انسان منابع عقلی سے کبھی بطور وسائل اور چراغ استفادہ کرتا ہے، جیسے جمع آوری آیات و روایات اور کبھی بطور منبع جیسے استدلال و براہین۔

۳۔ منابع علمی

منابع علمی سے مراد علوم تجربی و علوم انسانی ہیں۔

۴۔ منابع لغوی

منابع لغوی سے مراد ایسی لغات اور متون ہیں جو زمانہ نزول کے مطابق کلام کی وضاحت کرتے ہیں۔ جیسے فرامین معصومینؑ، اقوال صحابہؓ اور زمانہ جاہلیت کے اشعار وغیرہ

۵۔ منابع تاریخی

فہم قرآن میں منابع تاریخی کا بہت زیادہ عمل دخل ہے، چونکہ قرآن بہت سارے تاریخی واقعات کو بیان کرتا ہے اور ان سے انسانوں کے لئے وعظ و نصیحت کا کام لیتا ہے۔ اسی طرح تاریخ کی بدترین اور بہترین اقوام کا ذکر کرتا ہے تاکہ انسان اپنی عاقبت پر نظر رکھے۔ مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ تفسیر کرتے ہوئے اپنے منابع کو بیان کرے اور منابع کے مطابق تفسیر کرے۔ مثلاً اگر اس نے کسی خاص علمی شعبے میں علم حاصل کیا ہو اور اس شعبے کی روسے تفسیر کرنا چاہتا ہو تو اپنے منابع کا ذکر ضرور کرے۔

جس طرح اگر کسی نکو علم کلام میں مہارت حاصل اہے اور وہ تفسیر کے مبانی اور قواعد پر بھی کامل عبور رکھتا ہے تو وہ تفسیر کلامی کرنے کا حق رکھتا ہے، مگر منابع کے ذکر کے ساتھ، اسی طرح اگر کسی نے مذکورہ علوم کے ہمراہ علومِ عقلی میں بھی مہارت حاصل کر رکھی ہے اور وہ تفسیری قواعد اور مبانی کی گہرائیوں میں بھی اتر چکا ہے تو پھر وہ منابع کے ساتھ تفسیر عقلی کرنے کا مجاز ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی مستند ادارے سے مذکورہ بالاعلوم کے ساتھ عرفان اسلامی میں تخصص کیا ہے اور تفسیر کے مبانی اور قواعد پر دسترس رکھتا ہے تو پھر صرف اور صرف وہی تفسیر عرفانی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے بشرطیکہ منابع کو بیان کرے۔

منابع کو بیان کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ بیان کرنے والا منابع اولیہ، ثانویہ یا ثالثہ میں سے کس سے استفادہ کر رہا ہے۔ کسی بھی شخص کے منابع جس قدر اوّلیہ ہونگے اس کی تحقیق بھی اتنی ہی اہمیت کی حامل ہوگی۔

یہاں تک تفسیر کی شناخت کے بارے میں گفتگو تھی۔ اب تفسیر بالرائے کی شناخت کی طرف آتے ہیں:

تفسیر بالرائے

اسلام کے ابتدائی سالوں میں ہی تفسیر بالرائے کا آغاز ہو گیا تھا اور لوگوں نے مختلف اہداف کی خاطر آیات کی من مانی تفاسیر شروع کر دی تھیں۔ مثال کے طور پر ابی بن کعب سے نقل ہوا ہے کہ میں نے رسولِ خداﷺ کے سامنے سورہ عصر کی تلاوت کی اور پھر آپ سے اس کی تفسیر چاہی، حضورﷺ نے فرمایا: والعصر، اللہ کی قسموں میں سے ایک ہے، ان الانسان لفی خسر اس سے مراد ابو جہل ہے اور الاالّذین امنوا سے مراد ابو بکر اور عملواالصالحات سے مراد عمر اور تواصو بالحق سے مراد عثمان اور تواصوا بالصبر سے مراد علیؑ ہیں اور پھر کہا کہ ابن عباسؓ نے اس طرح سے لوگوں کو خطبہ دیا ہے۔

یہ روایت کہ جو تفسیر قرطبیّ (xi) میں نقل ہوئی ہے اس کی کوئی سند نہیں۔ اسی طرح اہل سنت کے معروف مفسر رشید رضا'' الواح حضرت موسیٰؑ ''کے بارے میں وارد ہونے والی روایات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کی اکثریت اسرائیلیات میں سے ہے اور کعب الاحبار اور اس جیسے لوگوں نے ایسی روایات مسلمانوں کے درمیان پھیلائی ہیں۔ (xii)

تفسیر بالرائے کی نشانیاں

تفسیر بالرائے میں مجموعاً پانچ خامیاں یا نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ان میں سے اگر ایک بھی خامی کسی تفسیر میں پائی جائے تو وہ تفسیر بالرائے کہلائے گی۔

۱۔ مذکورہ بالاعلوم، مبانی اور قواعد سے جو عاری ہو اسے تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔

۲۔ مفسر کے ذہن میں پہلے سے ایک عقیدہ اور مفروضہ ہوتا ہے اور مبانی و قواعد نیز علوم سے ہٹ کر وہ اپنے مفروضے اور عقیدے کے مطابق تفسیر کرتا ہے۔

۳۔ مفسر فنونِ تفسیر میں سے کسی ایک کا سہارا لے کر اپنے نظریے کو قرآن مجید پر زبردستی ٹھونستا ہے۔ مثلاً وہ کسی آیت کے صرف کلمات کا لغت سے مطلب بیان کرکے کہتا ہے کہ اس آیت سے یہ بات مراد ہے۔

۴۔ مسلمات تاریخی اور علوم قطعی کے خلاف

۵۔ نصوص قرآن و احادیث کے خلاف

یاد رہے کہ تفسیر بالرائے صرف قرآن مجید کی ہی نہیں کی گئی، بلکہ روایات پیغمبر ﷺ کی بھی تفسیر بالرائے کی گئی جیساکہ جنگِ صفین میں حضرت عمار یاسرؓ کی شہادت کے وقت اس حدیث کی تفسیر بالرائے کی گئی:

احادیث میں تفاسیر بالرائے کا نمونہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا: انك لن تموت حتى تقتلك الفئة الباغية الناكبة عن الحق یعنی: "اے عمار آپ کو موت نہیں آئے گی یہاں تک کہ آپ کو ایک باغی اور حق سے منحرف گروہ قتل کرے گا۔" (xiii)

حضرت عمار یاسرؓ کے قتل کے بعد ان کے قاتلوں نے اس حدیث کی یہ تفسیر کرنی شروع کردی تھی کہ چونکہ حضرت عمار یاسرؓ، حضرت علیؑ کے لشکر میں تھے اور حضرت علیؑ ہی ان کو میدان میں لائے تھے لہٰذا وہی حضرت عمارؓ کے قاتل اور باغی ہیں۔ یہاں بات کو سمجھانے کی خاطر احادیث میں تفسیر بالرائے کا فقط ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

کسی بھی تفسیر میں مذکورہ بالا پانچ میں سے اگر کوئی ایک نشانی بھی پائی جائے تو وہ تفسیر بالرائے ہوگی۔ تفسیر بالرائے چونکہ تفسیر نہیں ہوتی بلکہ کسی شخص کی ذاتی آرا اور عقائد کا ملغوبہ ہوتی ہے جسے وہ چند جعلی وضعیف روایات اور متشابہ لغات سے تیار کرتا ہے، لہٰذا ماہرینِ علم و فن اسے تفسیر نہیں کہتے۔

تفسیر بالرائے کی مذمت

امام علیؑ نے ایک قاضی سے پوچھا کہ هل تعرف الناسخ والمنسوخ فقال لا: فقال هلكت او اهلكت "تاويل كل حرف من القرآن على وجوه یعنی: "کیا تم ناسخ اور منسوخ کو پہچانتے ہو، اس نے کہا نہیں، امامؑ نے فرمایا تو خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی تو نے ہلاک کیا، قرآن مجید کے ہر حرف کی جہات ہیں۔" (xiv)

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے قتادہ سے فرمایا: ''ان کنت انما فسرت القرآن من تلقاء نفسک فقد ھلکت و اھلکت '' یعنی: "اگر تم نے قرآن مجید کی تفسیر اپنی جانب سے کر دی تو تم خود ہلاک ہو جاؤ گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے۔" (xv)

دھوکہ اور تفسیر عقلی

عموماً تفسیر بالرائے کرنے والے لوگ عام لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کی تفسیرِ عقلی کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ ایک آدھ آیت پڑھنے کے بعد اس کے کلمات کا درست یا غلط ترجمہ کر کے اپنے مفروضات کو پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یا پھر آیت کے بعد ضعیف یا جعلی روایات لے کر اپنا مدعا بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یا پھر لوگوں کو فریب دینے کے لئے بڑی بڑی کتابوں کے نام لئے جاتے ہیں، حالانکہ علمائے اسلام کے نزدیک کسی بھی کتاب کی ساری روایات معتبر نہیں ہیں اور ہر روایت کی سند اور متن کو تحقیق کی ضرورت ہے۔ آیات پڑھ کر جعلی اور ضعیف روایات کو جوڑ کر ساتھ ایک آدھ کہانی بھی ملا کر لوگوں کے عقائد و افکار کو خراب کیا جاتا ہے۔

یہ ایک ایسی چال ہے کہ جس میں پڑھے لکھے افراد بھی باآسانی پھنس جاتے ہیں۔ ایسے افراد سے اگر یہ پوچھا جائے کہ آپ نے یہ تفسیر کہاں سے بیان کی ہے تو چونکہ وہ کسی مستند ادارے کے فارغ التحصیل نہیں ہوتے، لہٰذا وہ کہتے ہیں کہ ہم تفسیر عقلی کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے فریب کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ علم تفسیر میں عقل سے کیا مراد ہے اور تفسیرِ عقلی کسے کہا جاتا ہے!

علم تفسیر میں عقل کی اقسام

سب سے پہلے یہ جانیں کہ انسان اپنا ہر کام عقل کی مدد سے کرتا ہے اور تفسیر کی تمام اقسام میں عقل کا استعمال ایک بدیہی امر ہے۔ حتیٰ کہ خرید و فروش، لین دین، تجارت اور معاشرے کے دیگر تمام امور بھی عقل کے تابع ہیں۔ یہ عقل کا انتہائی معمولی درجہ ہے، اسے عقلِ مصباحی کہتے ہیں۔ یعنی عقل ایک اوزار اور چراغ کی مانند ہماری رہنمائی کرتی ہے، لیکن بطور منبع ہم اس سے استفاد نہیں کر رہے ہوتے۔ عقلِ مصباحی سے سبھی لوگ ہر جگہ استفادہ کرتے ہیں، جیسے آیات و روایات کی جمع آوری میں بھی عقل استعمال ہوتی ہے، اس کے بعد آیات و روایات کی جمع بندی میں بھی عقل سے استفادہ کیا جاتا ہے، چنانچہ اس عقل سے قرآن مجید کی تفسیر تو کی جا سکتی ہے، لیکن اس تفسیر کو تفسیر عقلی نہیں کہا جا سکتا۔ قرآن مجید کی عقلی تفسیر کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی عقل سے استدلال و برہان کی روشنی میں کھلی ہوئی کتاب کی مانند بطورِ منبع استفاد کریں۔ یعنی بطور خلاصہ عقل کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عقلِ مصباحی، جس سے بطورِ آلہ اور اوزار سب استفادہ کرتے ہیں۔

۲۔ عقلِ منبعی، جس سے تفسیر قرآن عقلی میں استفادہ کیا جاتا ہے۔ (xvi)

عقل منبعی سے مراد اور تفسیر عقلی

عقل حجت باطنی ہے جو انسان کو کمال و سعادت کی طرف لے جاتی ہے اور شریعت حجت ظاہری و بیرونی ہے جو انسان کو کمال و خوشبختی کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ حجتِ باطنی و ظاہری ایک دوسرے سے متعارض ہوں بلکہ یہ ایک دوسرے کی مدد اور تقویت کا باعث بنتی ہیں۔ قرآن

مجید میں عقل کے مشتقات جیسے تعقلون اور یعقلون پچاس مرتبہ استعمال ہوئے ہیں،(xvii) اسی طرح عقل سے کام لینے کے لئے قرآن مجید میں تدبّر، تفکر، تعقل اور قلب کی اصطلاح بھی استعمال کی گئی ہے۔

علمِ تفسیر میں جب ہم تفسیرِ عقلی کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد تفسیر میں عقل کو بطورِ منبع استعمال کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید کا منبع وحی ہے اور تفسیر قرآن بہ قرآن کا منبع خود قرآن ہے، اسی طرح تفسیر قرآن بالروایات کا منبع احادیث ہیں۔ جو شخص قرآن مجید کو نہیں پڑھ سکتا وہ قرآن مجید سے بطور منبع استفادہ بھی نہیں کر سکتا، اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو عربی ادبیات، قواعد اور متن خوانی پر عبور ہو، اسی طرح جو علومِ حدیث کے ساتھ احادیث کو نہیں پڑھ سکتا وہ احادیث سے بطور منبع استفادہ نہیں کر سکتا۔

یونہی قرآن فہمی کا ایک منبع عقل ہے جو شخص علوم عقلی کے ساتھ کتابِ عقل کو نہیں پڑھ سکتا وہ تفسیر عقلی بھی نہیں کر سکتا۔ تفسیر عقلی وہ ہے جس میں استدلال اور برہان سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ استدلال سے مراد تمثیل، استقرا اور قیاس ہیں اور برہان سے مراد برہانِ لمّی (علت سے معلول کو پہچاننا) اور برہانِ انّی (معلول سے علت کو پہچاننا) ہے۔

استدلال و برہان کی اقسام

تمثیل

تمثیل ایک منطقی استدلال ہے اور اس سے مراد دو امور میں مشابہت کی بنیاد پر ایک حکم کو دوسرے میں سرایت دینا ہے(xviii) ،استدلال تمثیلی کا نتیجہ استدلال قیاسی کی مانند قطعی نہیں ہوتا اس لئے استدلال تمثیلی میں نتیجے کے ہمراہ احتمال کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

استقرا

استدلال منطقی میں دوسری اصطلاح استقرا ہے، جسے انگلش میں Induction کہتے ہیں، منطق قدیم میں جز کا حکم کل پر لگانے کو استقرا کہتے تھے جبکہ منطق جدید میں طے شدہ منصوبہ بندی کے ساتھ جزئیات کے مشاہدے سے ایک نتیجہ لینے کو استقرا کہتے ہیں۔(xix) استقرا کی دو اقسام ہیں :

استقرا کی اقسام

استقرا کی دو قسمیں ہیں: استقرا تام اور استقرا ناقص

استقرا تام

ایسے استقرا کو کہتے ہیں کہ جس میں تمام افراد کی خصوصیات پر تحقیق کی جاتی ہے اور پھر ان سب کے بارے میں ایک ایسا حکمِ کلی لگایا جاتا ہے جو ان سب پر صدق کرتا ہے۔

استقرا ناقص

یہ ایسے استقرا کو کہاجاتا ہے کہ جس میں تمام افراد کے بجائے کچھ افراد کی خصوصیات پر تحقیق کی جاتی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اس طرح کے تمام افراد پر یہ حکم لگتا ہے۔

قیاس

قیاس منطقی یہ ہے کہ اگر درست مقدمات کے ساتھ کل سے جز پر حکم لگایا جائے تو وہ صحیح ثابت ہوگا۔

مثلا: ہم تین مفروضے فرض کرتے ہیں:۔

ا۔ چاند ایک سیارہ ہے ۲۔ ہر سیارہ حرکت کرتا ہے ۳۔ پس چاند حرکت کرتا ہے

پہلے دو مفروضے درست ہونے کی صورت میں تیسرا مفروضہ بھی درست ہوگا۔

اس کے بعد کچھ وضاحت برہان کے بارے میں پیش کی جاتی ہے۔

برہان

اہل منطق کے نزدیک برہان مقدمات یقینی سے ایسا ترکیب شدہ قیاس ہے کہ جس سے حتماً یقینی نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ مقدمات یقینی کی قید سے مظنونات، تخیلات اور مشہورات وغیرہ خارج ہو جاتے ہیں۔ برہان کی بھی دو قسمیں ہیں: برہان لمّی اور برہانِ انّی

برہان لمّی

برہان لمّی یعنی علت سے معلول کو پہچاننا اور برہانِ انّی یعنی معلول سے علت کو پہچاننا، آگے برہان لمّی کی بھی دو اقسام ہیں: برہان لمی مطلق و برہان لمی غیر مطلق۔

برہان اِنّی

اسی طرح برہان اِنّی کی بھی دو قسمیں ہیں، ا۔ دلیل یعنی ایسا برہان کہ جس میں وجود معلول سے وجود علت پر استدلال کیا جائے۔ ۲۔ برہان اِنّی مطلق یعنی ملازمات عامہ پر انحصار کیا جائے اور ایک چیز کے وجود سے دوسری کے وجود کا اثبات ہو۔

خلاصہ

یہ استدلال و برہان کا مختصر تعارف تھا اور اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ جس تفسیر میں استدلال و برہان سے استفادہ ہوگا وہ تفسیر عقلی کہلائے گی، بصورتِ دیگر اسے ماہرین علم تفسیر کے مطابق تفسیر عقلی نہیں کہا جا سکتا۔ اگر مفسر استدلال و برہان کے ساتھ ساتھ ادبی، تاریخی اور حدیثی دلائل بھی لائے تو اسے تفسیر اجتہادی کہیں گے۔ پھر بھی اسے تفسیر عقلی نہیں کہیں گے۔ اسی طرح تفسیر عقلی کا میدان تفسیر فلسفی سے بھی جدا ہے۔

تفسیر فلسفی میں اخلاق ستیزی، اخلاق گرائی، ایدئالیسم، ایمان گرائی، انسان گرائی، اگزیستانسیالیسم، حکمت متعالیہ، فلسفہ مشا اور فلسفہ اشراق سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ اس میں وجود اور ماورای وجود سے ریاضیاتی طور پر بحث کی جاتی ہے اور اس کی اپنی مخصوص اصطلاحات اور تعریفیں ہیں۔ اگر تفسیر فلسفی بھی مبانی اور قواعد تفسیری کے مطابق نہ ہو تو وہ بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔

نتیجہ

تفسیر بالرائے مذموم ہے جبکہ تفسیر عقلی ممدوح ہے۔ ہمارے معاشرے میں قرآن مجید اور حدیث دونوں مہجور ہیں اور ہمارے عوام علوم قرآن و حدیث سے ابتدائی آشنائی بھی نہیں رکھتے جس کی وجہ سے منبر و محراب اور قلم پر ان پڑھ لوگوں کا قبضہ ہے۔ یہ لوگ عوام کے احساسات و جذبات سے کھیلنے کے لئے آیات و روایات کی تفسیر بالرائے کرتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم تفسیر عقلی کر رہے ہیں۔ ان تفسیر بالرائے کرنے والوں میں سے اکثریت خود بھی یہ نہیں جانتی کہ وہ نہیں جانتی۔ یہ نادانی اور جہالت کی بنا پر اپنے فہم ذاتی کو مرضیِ پروردگار کہہ کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، یہ اپنے وسواس، خیالات اور وہم و ظن کو نعوذ باللہ تفسیر قرآن کہتے ہیں۔ جبکہ تفسیر قرآن چاہے عقلی ہو یا عرفانی یا فلسفی اس کے اپنے علوم و فنون ہیں اور کوئی بھی شخص اگر ان علوم و فنون پر دسترس حاصل کئے بغیر تفسیر قرآن کرے گا تو بقول امام معصومؑ وہ خود بھی ہلاک ہو جائے گا اور دوسروں کی ہلاکت کا باعث بھی بنے گا۔

ہمارے پاس قرآن و حدیث انسانی نجات کا اوّلین اور ناب وسیلہ ہیں، کوئی بھی انسان قرآن و حدیث سے تمسک کئے بغیر سعادت و خوشبختی کو نہیں پا سکتا۔ قرآن و حدیث ہی خالق و مخلوق کے درمیان تعلق کی گرہ ہیں۔ ہمارے ہاں جابجا تفسیر بالرائے سے استفادہ کیا جارہا ہے اور لوگ تفسیر بالرائے کو تفسیر عقلی سمجھ کر قبول کر رہے ہیں۔ معاشرے میں تفسیر بالرائے کے ذریعے پھیلائے گئے افکار و عقائد کا مقابلہ کرنا ہمارے دینی مراکز کی اولین ذمہ داری ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ علمی و فکری بنیادوں پر علوم قرآن، علوم حدیث اور علوم تفسیر کو ہر خاص و عام تک پہنچایا جائے۔ اگر ہم علمی طور پر عوام کی ذہنی سطح بلند کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو عوامی اجتماعات سے تفسیر بالرائے کا خاتمہ خود بخود ہو جائے گا۔

یہ ایک یقینی امر ہے کہ تفسیر بالرائے اس زمانے کا ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور دیگر تمام فتن اسی فتنے سے پرورش پا رہے ہیں، چنانچہ عوام کے علمی ارتقاء، دینی مدارس کی فعالیت اور مفاہیم دینی کی درست تبیین کے ذریعے اس فتنے کی جڑوں کو کاٹنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

خود مبلغین دین کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تبلیغ دین کے ذریعے تفسیر شناسی کو عام کریں اور قرآن مجید کی مختلف تفاسیر کی شناخت اور پیغامات کو زبان و قلم کے ذریعے معاشرے میں رواج دیں۔ اگر لوگوں میں تفسیر شناسی کا ہنر بیدار ہو جائے اور وہ تفسیر بالرائے کو پہچان لیں تو معاشرے میں بہت سارے مفاسد و مسائل پر باآسانی قابو پایا جا سکتا ہے۔ لوگوں کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ تفسیر عقلی فقط وہ تفسیر ہے جس میں استدلال اور براہین سے استفادہ کیا جاتا ہے نہ کہ جعلی روایات اور قصے کہانیوں سے۔

*****

حوالہ جات

i ۔ ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، نشر ادب الحوزہ، قم، یران، 1405، ج 2، ص 136

ii ۔ راغب اصفہانی، حسین، تفسیر الراغب الأصفہانی (مقدمہ)؛ بیروت، دار العلم الدار الشامیۃ، ۱۴۱۲ق ص۱۰: الفسر والسفر یتقارب معناهما کتقارب لفظیهما، لکن جعل الفسر لإظهار المعنى المعقول ومنه قیل لما ینبئ عنه البول تفسیره، وتسمى بها قارورة الماء. وجُعل السفر لإبراز الأعیان للأبصار۔

iii ۔طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ا مقدمہ؛ مؤسسۂ دار العلم قم۔

iv۔رازی، ابوالفتوح، رُوح الجنان ورَوح الجنان؛ بنیاد پژوہشای اسلامی مشہد، ج ۹/۱۔

v۔ بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی (۷۴۵-۷۹۴) ، البرہان فی علوم القرآن، چاپ محمد ابوالفضل ابراہیم، بیروت ۱۴۰۸/۱۹۸۸. ج ا ص ۱۳۔

vi۔ ابو علی، طبرسی، فضل بن حسن، مقدمہ مجمع البیان، الفن الثالث ، داراحیاء التراث العربی، بیروت ،۸ ۔

vii۔ محمد فاضل موحدی لنکرانی، مقدمات بنیادین علم تفسیر ؛مقدمہ، بنیاد قرآن تہران۱۳۸۱ش، ص ۱۴۔

viii۔رضایي اصفهانی، محمد علی، منطق تفسیر قرآن (1)، قم، جامعہ المصطفیٰ العالمیۃ، چاپ یکم، 1387

ix۔ابراہیم انیس و دیگران، المعجم الوسیط، ج ۲، ص ۸۹۸، تہران، فرہنگ اسلامی، ۱۳۷۵

x۔ابن درید (م ۳۲۱ھ)، جمہرۃ اللغہ، ج ا، ص ۳۶۸، تحقیق رمزی بعلبکی، بیروت، دار العلم للملايين، ۱۹۸۷ء

xi۔ تفسیر قرطبّی، ابو عبداللّٰہ، محمد بن احمد انصاری قرطبّی، بیروت ۱۴۱۷/۱۹۹۶، ج ۲۰ /۱۸۰

xii۔ تفسیر المنار، رشید رضا، الجامعۃ الرضویۃ للعلوم الاسلامیۃ، مشہد، ۱۹۹۰م، ج ۹، ص ۱۶۴.

xiii۔ تاریخ طبری، طبری، محمد بن جریر، بنیاد فرہنگ ایران، 1352، ج 3، جزء 6، ص 21; کامل ابن اثیر، ج 3، ص 157.

xiv۔ تفسیر عیاشی، ابوالنصر محمد بن مسعود بن عیاش سمرقندی، بنیاد بعثت قم 1379 ش، ج ا /۱۲

xv۔الاصول الاصلیہ، عبداللہ الشبر، مکتبہ المفید، قم صفحہ ۲۲۱

xvi۔درس خارج آیت اللہ جوادی آملی تفسیر تسنیم، ، مرکز نشر اسراء، قم، 30/11/89

xvii۔ علی دوست، ابوالقاسم، فقہ و عقل، پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشۃ اسلامی، قم، ۱۳۸۱، ص ۳۰-۲۹.

xviii۔ارسطو، منطق ارسطو، ج ا، ص ۳۰۸، چاپ عبدالرحمان بدوی، بیروت ۱۹۸۰.

xix۔منطق جدید, مہدی اخوان، استقرا، علمی و فرہنگی تہران ۱۳۷۳ش.